الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی
یا رسول اللہ

شرک و بدعت
اور اسکی حقیقت

از

محمد سعید احمد اسعد

ناشر مکتبہ سعیدیہ رضویہ
محمد اکرم سعید
جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد
041-2658646,0300-7673260

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ اما بعد!

چند لوگ آج کل خوف خدا سے عاری ہو کر بھولے بھالے مسلمانوں پر بے دریغ شرک کا فتویٰ صادر کرتے ہیں حالانکہ شرک اور اسلام دو متضاد حقیقتیں ہیں اسلام تو آیا ہی شرک کی جڑیں کاٹنے کیلئے ہے۔ جس طرح شرک بہت بڑا ظلم ہے اسی طرح کسی مسلمان کو مشرک سمجھ لینا بھی انتہائی ظلم ہے۔

نبی مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان مما اخاف علیکم رجل قرا القرآن حتی اذا رؤیت بھجتہ علیہ وکان ردائہ الاسلام اعتراہ الی ماشاء اللہ انسلخ منہ ونبذہ وراء ظھرہ وسعی علی جارہ بالسیف ورماہ بالشرک قال قلت یانبی اللہ ایھما اولی بالشرک المرمی او الرامی؟ قال "بل الرامی" ھذا اسناد

جید۔ (تفسیر ابن کثیر جلد۲ صفحہ ۲۶۵، مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: بے شک مجھے تم پر ایسے شخص کا خوف ہے جو قرآن اتنا پڑھے گا کہ اس کے چہرہ پر اس کی رونق بھی نظر آئے گی۔ اس کا اوڑھنا بچھونا اسلام بن جائے گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ چیز اس کو لاحق رہے گی۔ پھر اس شخص سے وہ حالت چھن جائے گی وہ ان تمام چیزوں کو پس پشت ڈال کر اپنے پڑوسیوں پر شرک کا فتویٰ صادر کر کے ہتھیار پکڑ کر حملہ آور ہوگا۔ راوی حدیث حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ جس پر شرک کا فتویٰ تہمت لگے گی وہ شرک کا حق دار ہوگا یا کہ شرک کا فتویٰ صادر کرنے والا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بلکہ شرک کا فتویٰ لگانے والا۔ اس حدیث کی سند جید ہے۔

بحمد اللہ مندرجہ بالا حدیث نے بھی ثابت کر دیا کہ آج بات بات پر ہم اہل سنت و جماعت کو مشرک کہنے والے حق پر نہیں۔ جو فتویٰ ہم لوگوں کے لئے تیار کیا گیا ہے وہ ہم پر فٹ بیٹھنے کی بجائے حدیث پاک کی روشنی میں خود فتویٰ صادر کرنے والوں پر پلٹ کر لاحق ہو جاتا

ہے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ شرک کا معنی قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کردیں تاکہ سلیم الطبع حضرات راہنمائی حاصل کرسکیں۔

﴿شرک کی تین قسمیں ہیں﴾

(۱) شرک فی العبادات (۲) شرک فی الذات (۳) شرک فی الصفات

شرک فی العبادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مستحق عبادت تسلیم کرلیا جائے۔

شرک فی الذات یہ ہے کہ کسی کی ذات کو اللہ جیسا سمجھنا۔

شرک فی الصفات یہ ہے کہ کسی میں اللہ تعالیٰ جیسی کوئی صفت ماننا۔

﴿شرک فی العبادت سے روکتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:﴾

فمن کان یرجوا لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا ولا یشرك بعبادة ربه احدا (پارہ ۱۶، سورۃ الکھف آیت ۱۱)

ترجمہ: تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاه

(پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۳)

ترجمہ: اور آپ کے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت مت کرو۔

شرک فی الذات والصفات کی نفی کیلئے ارشاد ہوا

ولم یکن لہ کفوا احد۔ (پارہ ۳۰، سورۃ الاخلاص ۴)

جب خداوند قدوس مشرکوں اور ان کے معبودوں یعنی بتوں کو جہنم میں اوندھا کردے گا اس وقت مشرک ان بتوں سے کہیں گے۔

تاللہ ان کنا لفی ضلل مبین۔ اذنسویکم برب العالمین۔ (پارہ ۱۹، سورۃ الشعراء ۹۷، ۹۸)

ترجمہ: خدا کی قسم بے شک ہم کھلی گمراہی میں تھے۔ جب تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔

معلوم ہوا شرک فی العبادت بھی بہت بڑا جرم ہے اور شرک فی الذات والصفات بھی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

ان الشرک لظلم عظیم۔ (پارہ ۲۱، سورۃ لقمان آیت ۱۳)

ترجمہ: بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

خدا کی قسم ہم نہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں نہ ہی اس کی ذات وصفات میں۔

ہم یہاں مناسب سمجھتے ہیں کہ عبادت کا معنی بھی عرض کردیں تاکہ قلوب واذہان شکوک وشبہات سے پاک ہوجائیں۔ امام بغوی نے عبادت کا یہ معنی بیان کیا ہے۔ ''العبادة الطاعة مع التذلل والخضوع'' عاجزی اور انکساری کے ساتھ کسی کی اطاعت کا نام عبادت ہے۔

(معالم التنزیل جلد ۱ صفحہ ۲۲)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں ''العبادة اعلی مراتب الخضوع'' عاجزی کے اعلیٰ مراتب کو عبادت کہتے ہیں۔

(روح المعانی جلد ۱ صفحہ ۸۶م مطبوعہ ملتان)

قاضی بیضاوی فرماتے ہیں ''العبادة اقصی غایة الخضوع والتذلل'' عاجزی وانکساری کی انتہاء کو عبادت کہتے ہیں۔

(بیضاوی جلد ۱، صفحہ ۹ مطبوعہ مصر)

ابوحیان اندلسی فرماتے ہیں ''العبادة التذلل'' عاجزی کا نام عبادت ہے۔ (البحر المحیط جلد ۱ صفحہ ۲۳)

اسی طرح اکثر وبیشتر مفسرین نے یہی معنی کیا ہے کہ ''کسی کے سامنے انتہائی عاجزی کا اظہار کرنا'' عبادت کہلاتا ہے۔ لیکن مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر یہ معنی مراد لینے سے دل کو اطمینان نہیں ہوتا۔

﴿۱﴾

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی اکرم ﷺ کیلئے عاجزی کی انتہا کردی تھی۔ کہ اس سے آگے عاجزی وانکساری کا تصور بھی مشکل ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس تعلق کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ جس کو ایک وہابی عالم صفی الرحمٰن صاحب مبارک پوری نے بھی نقل کیا ہے۔

''اس کے بعد عروہ نبی ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کے تعلق خاطر کا منظر دیکھنے لگا پھر اپنے رفقاء کے پاس واپس آیا اور بولا! اے قوم بخدا میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے پاس جاچکا ہوں۔ بخدا میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے ساتھی محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! وہ کھنکار بھی تھوکتے تھے تو کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ پر پڑتا تھا اور وہ شخص اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا تھا اور جب وہ کوئی حکم دیتے تھے تو اس کی بجاآوری کیلئے سب دوڑ پڑتے تھے اور جب وضو کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اس کے وضو کے پانی کیلئے لوگ لڑ پڑیں گے اور جب کوئی بات بولتے تھے تو سب اپنی آوازیں پست کرلیتے تھے اور فرط تعظیم کے سبب انہیں بھرپور نظر سے نہ دیکھتے تھے۔

(الرحیق المختوم صفحہ ۵۴۰ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

﴿۲﴾

نماز میں حالت قیام میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا بھی عبادت ہے۔ اور رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونا بھی عبادت ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلیے عاجزی کی انتہاء کا ظاہر کرنا تعظیم تو ہے لیکن عبادت نہیں اور یہ بدیہی بات ہے کہ کسی کے کھنکار کو اپنے چہرہ پر ملنے میں عاجزی کا اظہار زیادہ ہے اور صرف ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے میں عاجزی نسبتاً کم۔

﴿۳﴾

نماز میں قیام بھی عبادت ہے۔ رکوع، سجود بھی اور دوزانو بیٹھنا بھی ان تمام حالتوں میں اللہ کیلیے عاجزی کا اظہار تو ہے لیکن ان تمام کی نسبت سجدہ میں عاجزی زیادہ ہے اگر عبادت کا معنی عاجزی کی انتہاء کیا جائے تو نہ قیام عبادت بنے گا نہ رکوع اور بوقت تشہد دوزانو بیٹھنا۔

﴿۴﴾

مشرکین مکہ بتوں کی عبادت کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے تھے۔

مانعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى (پارہ ۲۳ الزمر آیت ۳)

ترجمہ: ہم تو انہیں صرف اس لئے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے نزدیک

کریں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ اپنے ''بتوں'' کے لئے عاجزی تو کرتے تھے لیکن ''عاجزی کی انتہاء'' بتوں کی بجائے اللہ تعالیٰ کیلئے تھی۔ ثابت ہوا کہ عبادت کا معنی اقصیٰ غایۃ الخضوع کرنے میں کافی مشکلات حائل ہیں۔ تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ ''محض عاجزی وانکساری کا نام'' عبادت نہیں ہے بلکہ کسی کو مستقل، واجب بالذات مان کر اس کے لئے عاجزی وانکساری کا اظہار کرنا، ادب کرنا، آداب بجالانا، عبادت کہلاتا ہے۔

اگر کسی کے سامنے عاجزی وانکساری کا اظہار تو کیا جائے، اس کا ادب تو کیا جائے لیکن مستقل اور واجب بالذات سمجھ کر نہیں بلکہ مخلوق اور غیر مستقل سمجھ کر تو یہ ادب اور عاجزی کا اظہار تعظیم تو کہلائے گا عبادت نہ کہلائے گا۔

چند مثالیں اسی بات کی وضاحت کے لئے پیش خدمت ہیں۔

﴿۱﴾

نماز میں ہم ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو کر ادب کرتے ہیں۔ اللہ کا اسے مستقل، واجب بالذات مان کر اس لئے نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا عبادت کہلائے گا۔

•

اپنے باپ، استاد، پیر و مرشد کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو کر

ادب کیا جاتا ہے مخلوق سمجھ کر غیر مستقل سمجھ کر اس لئے یہ فعل عبادت نہیں کہلائے گا بلکہ تعظیم کہلائے گا۔

﴿۲﴾

نماز میں رکوع کے بعد ہاتھ کھلے چھوڑ کر ہم ادب کرتے ہیں اللہ کا اسے مستقل اور واجب بالذات مان کر اس لئے نماز میں ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونا عبادت کہلائے گا۔

قومی ترانہ جب سنایا جاتا ہے تو لوگ ہاتھ چھوڑ کر قومی ترانہ کا ادب کرتے ہیں مخلوق سمجھ کر غیر مستقل سمجھ کر اس لئے یہ فعل عبادت نہیں بلکہ تعظیم سمجھا جائے گا۔

﴿۳﴾

ملائکہ کرام خداوند قدوس کو سجدہ کرتے ہیں مستقل، واجب بالذات مان کر معبود سمجھ کر اس لئے یہ سجدہ عبادت کہلاتا ہے۔

انہی فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھی سجدہ کیا تھا۔ لیکن معبود سمجھ کر نہیں بلکہ اللہ کی مخلوق اور اس کا محبوب سمجھ کر مستقل اور واجب بالذات سمجھ کر نہیں بلکہ غیر مستقل اور ممکن بالذات سمجھ کر سجدہ کیا تھا۔ اس لئے یہ عبادت کی بجائے تعظیم کہلاتا ہے۔ معلوم ہوا عبادت کا معنی ''محض عاجزی وانکساری'' یا ''عاجزی کی انتہاء'' نہیں بلکہ وہ عاجزی اور ادب ہے جو کسی کو

مستقل اور معبود سمجھ کر کیا جائے۔

﴿ضروری نوٹ﴾ ہماری شریعت میں مخلوق کو تعظیمی سجدہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے سجدہ تعظیمی کے حرام ہونے پر ایک بہترین رسالہ تحریر فرمایا ہے ارباب ذوق اس کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿شرک فی الذات﴾

شرک فی الذات یہ ہے کہ کسی کی ذات کو اللہ تعالیٰ جیسا تسلیم کیا جائے۔ خدا کی قسم ہم اہل سنت نہ تو شرک فی العبادت کے روادار ہیں نہ ہی شرک فی الذات کے اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے کل مخلوق حتی کہ محبوب رب العالمین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی ممکن الوجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔

﴿شرک فی الصفات﴾

شرک فی الصفات یہ ہے کہ کسی میں اللہ تعالیٰ جیسی کوئی صفت ماننا۔ یہاں بھی حلفاً اعلان کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت بھی مخلوق میں قطعاً تسلیم نہیں کرتے۔ مخالفین یہاں یہ کہہ دیتے ہیں کہ ٹھیک ہے تم اہل سنت نہ تو محبوبان خدا کی عبادت کرتے ہو نہ ہی ان کو خداوند قدوس جیسا مانتے ہو

لیکن خدائی صفات کو تو تم بہر حال انبیاء واولیاء میں تسلیم کرتے ہو۔ مثلاً
علم غیب خدائی صفت ہے تم انبیاء میں یہ صفت تسلیم کرتے ہو، حاضر ناظر ہونا،
مشکل کشا ہونا، داتا ہونا، یہ بھی خدائی صفات ہیں اور تم اہل سنت
نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب بھی تسلیم کرتے ہو، حاضر ناظر اور مشکل کشاء
بھی۔ سید علی الہجویری کو تو تم علی الاعلان ''داتا صاحب'' کہتے ہو۔ اس لئے
''شرک فی الصفات'' کے بہر حال تم مرتکب ہوتے ہو۔ مخالفین کا یہ الزام بھی
سراسر دھوکہ ہے وہ صرف لفظی اشتراک کی وجہ سے ہمیں ''شرک فی الصفات''
کا مرتکب قرار دیتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ بسا اوقات خالق ومخلوق
کیلئے لفظ تو ایک ہی استعمال کیا جاتا ہے لیکن شرک صرف اس وقت لازم آئے
گا جب معنی میں برابری تسلیم کی جائے۔ اگر معنی میں برابری نہ ہو تو محض
اشتراک لفظی سے شرک لازم نہیں آئے گا۔ مثلاً

۱) اللہ بھی زندہ ہے اور ہم بھی زندہ ہیں لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ اور معنی کے
اعتبار سے زندہ ہے اور ہم اور معنی کے اعتبار سے۔ اللہ خود بخود زندہ ہے اور ہم
اللہ تعالیٰ کی طرف سے زندگی ملنے پر، وہ زندہ ہونے میں کسی کا محتاج نہیں
جب کہ ہم زندہ ہونے، زندہ رہنے میں اللہ کے محتاج ہیں۔ اس لئے محض لفظی
اشتراک سے شرک لازم نہیں آئے گا۔

۲) سمیع، بصیر ہونا خداوند قدوس کی صفت ہے۔ ارشاد ربانی ہے ''انہ

هو السمیع البصیر "(پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱)

ترجمہ: بے شک وہ سمیع بصیر (سنتا دیکھتا) ہے۔ یہی الفاظ انسان کے لئے بھی بیان ہوئے ہیں۔

انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلنه سميعا بصيرا (پارہ ۲۹، سورۃ الدھر آیت ۲)

ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو ملی ہوئی منی سے پیدا کیا تا کہ ہم اسے جانچیں پھر اسے سمیع بصیر (سنتا دیکھتا) بنا دیا۔

اگرچہ یہاں بھی ایک ہی لفظ خالق و مخلوق کے لئے ارشاد ہوا ہے۔ لیکن چونکہ معنی میں برابری نہیں اس لئے شرک بھی لازم نہ آئے گا خداوند قدوس سمیع بصیر ہونے میں کسی کا محتاج نہیں جب کہ انسان اس صفت میں بھی اللہ کا محتاج ہے کہ وہ اللہ کے بنائے بغیر سمیع بصیر نہیں بنا۔

۳) رؤف رحیم ہونا بھی خدا کی صفت ہے ارشاد ربانی ہے:

ان الله بالناس لرؤف رحيم (پارہ ۲، سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۳)

ترجمہ: بے شک خدا لوگوں پر بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی یہی الفاظ بیان ہوئے ہیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لقد جاء كم رسول من انفسكم عزيز عليه

ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف

رحیم۔ (پارہ ۱۱، سورۃ التوبۃ آیت ۱۲۸)

ترجمہ: لوگو تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا ہے اس پر تمہاری تکلیف شاق گزرتی ہے تمہاری بھلائی کا حریص ہے اور ایمانداروں پر بڑا مہربان رحم فرمانے والا ہے۔

یہاں بھی چونکہ معنی میں برابری نہیں۔ اللہ تعالیٰ رؤف رحیم ہونے میں کسی کا محتاج نہیں۔ جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت میں بھی اللہ کے محتاج ہیں۔ اس لئے محض خالق ومخلوق پر ایک ہی لفظ کے اطلاق سے شرک لازم نہیں آئے گا۔

۴) لفظ ولی کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہوا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اور کامل ایمان والوں پر بھی۔

رب العزت ارشاد فرماتا ہے: انما ولیکم اللہ ورسولہ والذی آمنوا۔ (پارہ ۶ سورۃ المائدۃ آیت ۵۵)

ترجمہ: بے شک اللہ بھی تمہارا ولی (دوست مددگار) ہے اس کا رسول بھی اور (کامل) ایمان والے بھی۔

اس آیت کریمہ میں اگرچہ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کامل ایمان والوں کو ہمارا ولی کہا گیا ہے لیکن صرف لفظی اشتراک کی وجہ سے شرک لازم

نہیں آئے گا۔ کیونکہ جس طرح اللہ ہمارا ولی ہے بالکل اسی طرح انبیاء واولیاء ہمارے ولی نہیں ہیں۔ اللہ ہمارا ولی ہے ذاتی طور پر انبیاء واولیاء ہمارے ولی ہیں عطائی طور پر، چونکہ معنی میں برابری نہیں ہے اس لئے شرک بھی لازم نہیں آئے گا۔

۵) لفظ ''شہید'' اللہ تعالیٰ کے لئے قرآن حکیم میں بیان ہوا ہے اور یہی لفظ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ان اللّٰہ کان علیٰ کل شئی شہیدا۔ (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب آیت ۵۵)

ترجمہ: بیشک اللہ ہر چیز پر حاضر ناظر ہے۔ (ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری صفحہ ۵۱۰)

ویکون الرسول علیکم شہیدا۔

(پارہ ۲، سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۳)

ترجمہ: اور یہ رسول تمہارے گواہ (حاضر ناظر) ہونگے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ حاضر ناظر ہونے میں کسی کا محتاج نہیں جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت میں بھی اللہ کے محتاج ہیں اس لئے شرک لازم نہ آئے گا۔

قرآن حکیم میں ''لفظی اشتراک'' کی مزید کئی مثالیں موجود ہیں۔

لیکن ہمیں امید ہے کہ مذکورہ چند مثالوں ہی سے آپ پر یہ مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم غیب ماننے سے آپ کو حاضر ناظر اور مشکل کشا تسلیم کرنے سے شرک لازم نہیں آتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کسی صفت میں بھی کسی کا محتاج نہیں جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہر صفت اور ہر ہر کمال میں اپنے پروردگار کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت ذاتی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر صفت عطائی۔

داتا

مخالفین حضرت سید علی ہجویری کو ''داتا صاحب'' کہنے پر بھی شرک کا فتویٰ صادر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ داتا فقط اللہ کی ذات ہے۔ کسی مخلوق کو ''داتا'' کہنا بہت بڑا شرک ہے۔ ان علم کے یتیموں کو اتنا بھی علم نہیں کہ لفظ ''داتا'' عربی زبان کا لفظ ہی نہیں یہ تو ہندی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں (۱) دینے والا، سخی، فیاض۔ (۲) رازق، خدا۔ (۳) درویش، فقیر، سائیں۔

(فیروز اللغات اردو جامع صفحہ ۶۰۵)

درویش، فقیر کے معنی میں خدا کو داتا کہنا کفر ہے۔ ہاں دینے والا، سخی، فیاض اور رازق کے معنی میں اللہ تعالیٰ واقعی داتا ہے۔ لیکن لفظ ''داتا'' سے لفظ ''رب'' معنی کے اعتبار سے بھی زبردست ہے اور لفظ کے اعتبار سے بھی۔ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے لفظ ''رب'' مخلوق کے لئے

بھی استعمال فرمایا ہے۔

سورۃ یوسف۔ میں ہے کہ جب جیل میں حضرت یوسف علیہ السلام سے بادشاہ کے "ساقی" اور "باورچی" نے خوابوں کی تعبیر پوچھی تھی تو آپ نے خوابوں کی تعبیر بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔

یٰصاحبی السجن اما احد کما فیسقی ربہ خمرا۔ (پارہ ۱۲، سورۃ یوسف آیت ۴۱)

ترجمہ: اے میرے جیل کے دو ساتھیو! بہرحال تم میں سے پہلا اپنے رب (بادشاہ) کو شراب پلایا کرے گا۔

یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کو "ساقی" کا "رب" کہہ دیا۔ اللہ بھی رب ہے اور بادشاہ کو بھی "رب" کہا گیا۔ لفظ اگرچہ خالق و مخلوق کے لئے ایک بیان ہوا پھر بھی شرک نہ بنے گا اس لئے کہ معنی میں برابری نہیں۔ پالتا اللہ بھی ہے پالتا بادشاہ بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو پالنے کے لئے کسی سے کچھ لینا نہیں پڑتا جبکہ بادشاہ غلاموں کو پالتا بعد میں ہے پہلے اس کو دوسروں سے لینا پڑتا ہے کسی سے ٹیکس لیتا ہے کسی سے جرمانہ کسی سے نذرانہ۔

اسی طرح ایک "داتا" اللہ ہے ایک "داتا" لاہور والا۔ لفظ اگرچہ ایک ہے دیتا وہ بھی ہے دیتا یہ بھی ہے لیکن معنی میں زمین آسمان سے بھی زیادہ کا فرق ہے۔ اللہ بھی دیتا ہے لیکن اسے دینے کے لئے کسی سے لینا نہیں پڑتا۔

جبکہ لاہور والی سرکار اللہ سے لیتی جاتی ہے مخلوق کو دیتی جاتی ہے۔

ایک صاحب مجھے کہنے لگے کہ کیا قرآن میں اللہ کے علاوہ کسی اور کے دینے کا بھی ذکر ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں جنت میں وہی جائے گا جو مصطفےٰ کریم ﷺ کو داتا مانے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ولو انھم رضوا ما اٰتٰھم اللّٰہ ورسولہٗ وقالوا حسبنا اللّٰہ سیؤتینا اللّٰہ من فضلہٖ ورسولہٗ انا الی اللّٰہ راغبون۔ (پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ آیت ۵۹)

ترجمہ: کیا اچھا ہوتا کہ اللہ اور رسول نے جو کچھ بھی انہیں دیا تھا اس پر وہ راضی رہتے اور کہتے کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے وہ اپنے فضل سے ہمیں اور بہت کچھ دے گا اور اس کا رسول بھی ہم پر عنایت فرمائے گا ہم اللہ ہی کی طرف نظر جمائے ہوئے ہیں۔ (ترجمہ مودودی صاحب)

ایک وہابی عالم: علامہ وحید الزمان کی ایک تحریر کا آزاد ترجمہ پیش خدمت ہے پڑھیئے اور اہل سنت کے موقف کی حقانیت کی داد دیجئے۔

متاخرین میں سے ہمارے کچھ بھائیوں نے تشدد کا راستہ اختیار کیا اور اسلام کے دائرہ کو تنگ کر دیا ہے۔ مکروہ یا حرام کاموں کو شرک قرار دیا ہے۔ اگر ایسا کرنے والوں کی غرض اس سے شرک عملی یعنی شرک اصغر ہے یا بطور سد ذرائع کے ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے وگرنہ وہ غلو کرنے والا اور دین

میں تشدد کرنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے دین میں غلو نہ کرو دین میں شدت ان خارجیوں کی نشانی ہے جو دین سے نکل گئے تھے اور عہد کو توڑنے والے تھے۔

اب ہم ان امور کو اجمالا بیان کرتے ہیں اور ہماری غرض صرف یہ ہے کہ ہم اپنے اہل حدیث بھائیوں کو غلطی میں پڑنے سے بچائیں اور اللہ تعالیٰ ہی بچانے والا ہے اور سیدھے راستہ کی ہدایت فرمانے والا ہے۔

نمبر ۱) متشدد دین کہتے ہیں کہ مشکلات اور قضاء حاجات میں مدد کرنا انبیاء و اولیاء کی شان نہیں ہے خواہ اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے اذن، اس کے حکم، اس کی رضاء اور اس کی قضاء کے مطابق ہی کیوں نہ اعتقاد رکھا جائے اور جو شخص بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے پس وہ مشرک ہے۔

یہ بات درست نہیں ہے اس لئے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کے حکم، اس کی قضاء اور اس کے ارادہ سے لوگوں کی امداد فرماتے ہیں نہ کہ اپنے ذاتی اختیار اور قدرت سے۔ اور لوگ بھی ایک دوسرے کی مدد کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ نافرمانی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔'' (پارہ ۶، المائدہ ۲)

اور فرماتا ہے ''اور اگر وہ تم سے دین کے معاملہ میں مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا فرض ہے'' (پارہ ۱۰، الانفال ۷۲)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''مدد فرمائے گا تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو نشان والے ہیں'' (پارہ ۴، آل عمران ۱۲۵)

اور حضرت ذوالقرنین نے فرمایا ''تم میری مدد کرو جسمانی مشقت سے'' (پارہ ۱۶، الکھف ۹۵)

اور حدیث ابدال میں ہے ''میری امت میں تیس افراد ابدال ہیں ان کے وسیلہ سے زمین قائم ہے انہی کے وسیلہ سے تمہیں بارش عطا ہوتی ہے اور انہی کے وسیلہ سے تم مدد کیئے جاتے ہو'' اور حدیث حسان میں ہے ''اے اللہ حسان کی تائید روح القدس کے ذریعہ فرما'' اور حدیث شریف میں آیا ہے ''جب تم میں سے کسی کا جانور کسی جنگل میں چھوٹ جائے تو اسے چاہئے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو''۔

اگر کوئی شخص یہی اعتقاد انبیاء اور صالحین کی ارواح کے متعلق رکھے تو اس سے اللہ کے ساتھ شرک لازم نہیں آئے گا بلکہ ملائکہ اور زندہ لوگوں کے ساتھ شرک (لازم آئے گا) اور اس سے شرک اکبر کس طرح لازم آئیگا؟

بہرحال اس اعتقاد کا غلط یا بدعت ہونا امر آخر ہے (بعد از وصال انبیاء کرام اولیاء کاملین کا مدد فرمانا ثابت ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام شب معراج نمازوں کی تخفیف کا سبب بنے۔ (بخاری شریف۔ اسعد)

اور یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مسئلہ شرک میں زندوں اور مردوں

کے مابین فرق کرنا واضح مغالطہ ہے۔ اس لئے کہ زندہ اور مردہ حتی کہ ملائکہ کرام بھی غیر اللہ ہونے میں برابر ہیں ہاں اللہ تعالیٰ نے زندوں اور مردوں کے مابین ''سماع اجابت'' کا فرق بیان فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے: ''زندے اور مردے برابر نہیں ہیں'' مفسرین نے فرمایا ہے کہ مومن اور کافر برابر نہیں ہیں۔ پس ہر وہ چیز جس کا ملائکہ سے طلب کرنا شرک ہے اسی کام کو زندہ اور مردہ انسانوں سے طلب کرنا بھی شرک ہوگا اور جو چیز ملائکہ سے طلب کرنا شرک نہیں اس کا زندہ اور مردہ انسانوں سے بھی طلب کرنا شرک نہیں ہوسکتا۔ اور یہ چیز تو ممکن ہی نہیں کہ ایک چیز مردہ شخص سے طلب کرنا تو شرک ہو لیکن وہی چیز زندہ شخص سے طلب کرنا شرک نہ ہو۔ اب جس شخص کی فہم صرف اتنی ہو وہ عقائد کے متعلق کس طرح گفتگو کرسکتا ہے؟

سوال

زندہ انسانوں سے جو چیز مانگی جاتی ہے اگر کوئی شخص وہی چیز بتوں سے مانگے گا تو شرک ہوگا (معلوم ہوا کہ مسئلہ شرک میں زندہ اور مردہ انسان کا فرق ہے)

جواب

بتوں کا معاملہ جدا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بچنے، ان کو توڑنے اور جلا دینے کا حکم دیا ہے پس جو شخص ان بتوں سے کسی بھی چیز کا سوال

کرتا ہے گویا ان کی تعظیم کرتا ہے اور یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ انبیاء کرام، ملائکہ، نیک بندوں اور وہ شعائر جن کی حرمت ہمارے دین میں باقی ہے کے علاوہ مشرکوں کے معبودوں کی ادنیٰ تعظیم بھی شرک ہے۔ انبیاء اولیاء کی ارواح مقدسہ بتوں کے قبیل سے نہیں ہیں بلکہ یہ تو جنس ملائکہ سے ہیں بلکہ ان سے بھی معزز ہیں پس ان کو ملائکہ پر قیاس کرنا چاہئے نہ کہ بتوں پر جو کہ پلید ہیں۔ پس اگر کوئی یہ کہتا ہے یا میکائیل ہماری زمین پر اللہ کے حکم سے بارش نازل فرما یا جبرئیل میرے دل میں اللہ کے حکم سے فلاں چیز ڈال تو کیا یہ شخص بھی متشدد دین کے ہاں مشرک قرار پائے گا؟

ہاں وہ قبر جو مٹی اور پتھر سے بنی ہے اگر کوئی شخص اسے پوجنا شروع کردے تو یہی قبر ایسے شخص کے حق میں بت قرار پا جائے گی۔ پھر اگر اس نے اس قبر سے کوئی چیز مانگی تو اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو بتوں سے مانگنے والے کا ہوگا۔ جہاں تک صاحب قبر کا تعلق ہے اس کا حکم الگ ہے۔ کہاں پتھر اور کہاں پرندہ۔

نمبر۲) متشدد دین کہتے ہیں کہ جب لوگ انبیاء وصلحاء میں سے کسی کی قبر کو چومنا شروع کردیں اس کو ہاتھ لگانا یا اس کے گرد طواف کرنا شروع کردیں تو اس قبر کا حکم بت کے حکم جیسا ہے اور اس کو گرا دینا، اس کو کھودنا اور اس کی اہانت واجب ہے۔ متشدد دین اپنے قول پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس

حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ''اے اللہ میری قبر کو ایسا بت نہ بنا دینا جس کی عبادت کی جائے''، ہم کہتے ہیں کہ شارع نے انبیاء وصالحین کی قبور کی تعظیم ہمارے دین میں باقی رکھی ہے پس ان کی قبور کی تحقیر وتوہین جائز نہیں۔ ہاں لوگوں کو ان (ممنوعہ) کاموں سے روکا جائے گا۔

اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ اگر عوام کعبۃ اللہ کو، یا حجر اسود، یا صفا، مروۃ کو معبود بنالیں تو کیا ان کو کھودنا، توڑنا اور ان کی توہین کرنا جائز ہوگا؟ دعاء والی حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کو بتوں کی طرح نہ بنائے کہ جس طرح بتوں کی عبادت کی جاتی ہے ویسے ہی قبر انور کی بھی عبادت نہ شروع ہو جائے۔ اس حدیث کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ لوگوں کی عبادت سے قبر انور بھی بت بن جائے گی۔ مومن کس طرح یہ تصور کر سکتا ہے کہ (معاذ اللہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پلید ہے۔ باوجودیکہ بت پلید ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''بچو پلیدی سے یعنی بتوں اور جھوٹی بات سے بچو'' (ہدیۃ المہدی صفحہ ۲۶، ۲۷، ۲۸)

نوٹ! علامہ وحید الزمان کی مندرجہ بالا تحقیق سے روز روشن کی طرح معلوم ہو گیا کہ الحمد للہ ہم اہل سنت وجماعت مومن ہیں مشرک نہیں ہیں۔

قبل اس کے کہ ہم اس گفتگو کو ختم کریں چند دیوبندی علماء کے ارشادات بھی آپ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ

الحمد للہ اہل سنت مشرک نہیں ہیں۔

(۱) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے:

سوال نمبر ۳۳: میرا داماد اب مولوی حشمت علی لکھنوی رضاخانی فرقہ کا مرید ہوگیا ہے اور اس کا یہ خیال ہے اور خوب نعرہ لگاتا ہے یارسول اللہ، یاعلی مشکل کشا اور کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاؤں کو غیب کا علم ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام خزانوں کی کنجیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمادیں۔ دین ودنیا کی سب نعمتوں کو دینے والا خدا ہے اور بانٹنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ بھی کہتا ہے کہ جب ہم اپنے گھر جاتے ہیں اور گھر میں کوئی نہیں ہوتا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتے ہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس ہر مسلمان کے گھر میں موجود ہے۔ آپ فرمائیں میرا داماد کافر ہے یا نہیں اگر کافر ہے تو اس کا نکاح فسخ ہوگیا یا نہیں؟

الجواب: مولوی احمد رضاخاں صاحب بریلوی کے متعلقین کو کافر سمجھنا صحیح نہیں بلکہ ان کے کلام میں تاویل ہوسکتی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۲، صفحہ ۱۴۲ مرتبہ مفتی محمد شفیع صاحب)

(نوٹ) اس جواب میں اگرچہ مذکورہ عقائد کو تسلیم نہیں کیا گیا لیکن صراحتاً یہ کہہ دیا گیا ہے کہ مولانا احمد رضاخاں اور ان کے متعلقین کو کافر کہنا ہرگز

ہرگز درست نہیں ہے۔

(۲) تھانوی صاحب کہتے ہیں:

ایک شخص نے پوچھا کہ ہم بریلی والوں کے پیچھے نماز پڑھیں تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ فرمایا (حضرت حکیم الامت مدظلہم نے) ہاں ہم ان کو کافر نہیں کہتے۔ اگرچہ وہ ہمیں کہتے ہیں ہمارا تو مسلک یہ ہے کہ کسی کو کافر کہنے میں بڑی احتیاط چاہئے اگر کوئی حقیقت میں کافر ہے اور ہم نے نہ کہا تو کیا حرج ہوا اور اگر ہم نے کافر کہا اور حقیقت حال اس کے خلاف ہے تو یہ بہت خطرناک بات ہے ہم تو قادیانیوں کو بھی کافر نہیں کہتے تھے اور وہ ہمیں کہتے تھے۔ ہاں اب جب کہ ثابت ہو گیا کہ وہ مرزا صاحب کی رسالت کے قائل ہیں تب ہم نے کفر کا فتویٰ دیا ہے کیونکہ یہ تو کفر صریح ہے اس کے سوا ان کی تمام باتوں کی تاویل کر لیتے تھے گو وہ تاویلیں بعید ہی ہوتی تھیں۔ ہم بریلی والوں کو اہل ہوا کہتے ہیں اہل ہوا کافر نہیں۔ ہاں ایک مسئلہ علم غیب ہمارے اور ان کے درمیان ایسا متنازعہ فیہ ہے کہ اس میں اثبات صفت باری تعالیٰ غیر کیلئے لازم آتی ہے مگر ان کی تاویل قادیانیوں کے اقوال کی تاویل سے زیادہ دشوار نہیں اور اب تو سنا ہے کہ وہ علم غیب کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ثابت تو کرتے ہیں مگر علم باری تعالیٰ کی طرح علم محیط نہیں ثابت کرتے بلکہ اس کی حد مانتے ہیں "الی ان یدخل اهل الجنة الجنة واهل النار

النـــار" اگر یہ صحیح ہے تو شرک ثابت بھی نہیں ہوتا کیونکہ صفت خاص باری تعالیٰ علم محیط ہے علم محدود نہیں تو اب ہم میں اور ان میں خلاف ایک امر میں رہا کہ وہ واقع ہوا یا نہیں یعنی یہ علم "الی ان یدخل اھل الجنة الجنة واھل النار النار" حضور کو دے دیا گیا یا نہیں۔

ہم کہتے ہیں دیا جانا فی نفسہ ممکن ہے مگر وقوع اس کا شریعت سے کہیں ثابت نہیں اور وہ کہتے ہیں ثابت بھی ہے ہمارے نزدیک وہ تمام دلیلیں اس وقوع کی جو وہ پیش کرتے ہیں ناتمام ہیں اور ان کے مدعا کو ثابت نہیں کرتیں تو زائد سے زائد الزام ان پر یہ رہا کہ انہوں نے ایسی بات کو مان لیا جو شرعی دلیل سے ثابت نہیں اور یہ شان مبتدع کی ہے نہ کافر کی۔ (قصص الاکابر لخصص الاصاغر صفحہ ۲۵۲_۲۵۳)

(نوٹ) ہمارے پاس اس دعویٰ پر مندرجہ ذیل دلیل موجود ہے:

"طارق بن شہاب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) کھڑے ہو کر ہمیں خبریں دینا شروع فرمائیں تو مخلوقات کی ابتداء سے لیکر جنتیوں کے جنت جانے اور دوزخیوں کے دوزخ داخل ہو جانے تک سب کچھ بیان فرما دیا"

(بخاری شریف جلد ا، صفحہ ۴۵۳)

اس حدیث کی شرح میں محدثین کرام نے یہی لکھا ہے کہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوقات کی ابتداء سے لے کر جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور جہنمیوں کے جہنم میں جانے تک سب کچھ بیان فرمادیا اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا معجزہ ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۵، صفحہ ۱۱۰۔ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱، صفحہ ۴۔ اشعۃ اللمعات جلد ۴، صفحہ ۴۴۴۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد ۵، صفحہ ۲۵۰۔ فتح الباری شرح بخاری جلد ۶، صفحہ ۲۹۰)

(۳) تھانوی صاحب کہتے ہیں:

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کہنے کو تو علم کی ترقی ہو رہی ہے مگر حقیقت میں جہل کا بازار گرم ہے ہر شخص مجتہد اور محقق بنا ہوا ہے۔ جس کو دیکھو مفسر، مفتی، محدث بن رہا ہے کتنے بڑے ظلم کی بات ہے۔ اسی وجہ سے یہ حالت ہو رہی ہے کہ جہاں کسی سے ذرا سی کوئی بات خلاف نفس ہوئی اور کفر کا فتویٰ لگا دیا گیا۔ کتنی سخت بات ہے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا تھا کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا قائل ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ میں نے کہا جو شخص علم بلاواسطہ کا قائل ہے وہ تو کافر ہے اور جو علم بواسطہ کا قائل ہے یعنی خدا کی عطاء کے واسطہ کا وہ کافر نہیں اگرچہ وہ علم محیط ہی کا قائل ہو گو یہ اعتقاد کذب تو ہے مگر ہر کذب تو کفر نہیں۔

(افاضات یومیہ جلد ۸ صفحہ ۶۵، مطبوعہ ملتان)

(نوٹ) ہم اہل سنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ''علم محدود'' مانتے ہیں

جس طرح کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے علم محیط کے تو ہم بھی قائل نہیں۔

ڈاکٹر خالد محمود سیالکوٹی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

سوال: سات آدمیوں نے گائے کی قربانی میں حصہ ڈالا ان میں سے ایک بریلوی عقیدے کا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کی شمولیت سے باقی چھ حصہ داروں کی قربانی ادا ہوگئی ہے یا نہیں؟

(محمد یٰسین غریب امام مسجد محمد کاٹن ملز از سرگودھا بلاک نمبر ۷ نوری گیٹ)

جواب: وہ قربانی ادا ہوگئی ہاں اگر کچھ حصہ داروں کی گمراہی کفر تک پہنچی ہوئی تو ان کی شمولیت سے قربانی کسی ایک کی بھی ادا نہ ہوگی۔ ہمارے اکابر کی تحقیق کے مطابق بریلویوں پر حکم کفر نہیں اور دار العلوم دیوبند نے انہیں ہرگز کافر قرار نہیں دیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ کفر ہے لیکن جیسا کہ ہمیں معلوم ہے بریلوی حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالوجود الموجود حاضر وناظر نہیں کہتے بلکہ اس میں تاویل کرتے ہیں اور حاضر بالعلم وغیرہ کی توجیہات کرتے ہیں۔ یہ امر دیگر ہے کہ ان کی تاویل ہمارے نزدیک معتبر نہ ہو لیکن اس تاویل سے وہ اس حکم کفر کے تحت نہیں آتے جو فقہائے کرام کے ہاں ملتا ہے اور ان میں بیشتر تو ایسے افراد ہیں جو ایسے کلمات اعتقاداً نہیں محض عناداً کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت فرمائے حق حقیقی یہی ہے کہ ان پر حکم کفر وارد نہیں ہوتا اور ان کی شمولیت سے

باقیوں کی قربانی اکارت نہیں جاتی۔ احتیاط امر دیگر ہے اور احتراز بہر حال اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (کتبہ خالد محمود عفااللہ عنہ)

(عبقات صفحہ ۱۵۴، مطبوعہ ادارہ حفظ معارف اسلامیہ ۴۲ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ اما بعد!

آج کل اہل سنت وجماعت کے معمولات کو بعض حضرات دھڑلے سے "بدعت" قرار دے رہے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی میں اگر کوئی اہتمام کیا جاتا ہے تو یار لوگ فوراً فتویٰ صادر کرتے ہیں۔ "بدعت"............فوت شدگان کے لئے مجلس ایصال ثواب منعقد کی جائے تو فتویٰ موجود۔ "بدعت"............اذان سے پہلے یا بعد اگر برکت حاصل کرنے کیلئے عقیدت ومحبت سے درود شریف پڑھا جائے تو بدعت کا فتویٰ تیار............وقس علٰی ہذا۔

چنانچہ مناسب یہی سمجھا گیا کہ "بدعت" کا صحیح مفہوم آپ حضرات کی عدالت میں پیش کردیا جائے تا کہ راہ حق واضح ہو جائے۔

اس سلسلہ میں تین پہلو آپ حضرات کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

پہلا پہلو: بدعت کا شرعی معنی نئی چیز کرنا غلط ہے۔

دوسرا پہلو: ہر چیز اصل میں مباح ہے۔

تیسرا پہلو: بدعت کی حقیقت۔

پہلا پہلو

یہ درست ہے کہ لغت میں ''نئی چیز'' کو بدعت کہتے ہیں۔لیکن شریعت میں جس بدعت کو گمراہی قرار دیا گیا ہے وہ اور چیز ہے۔یار لوگ کہا کرتے ہیں کہ بدعت وہ چیز ہے جو نہ تو رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں ہو نہ ہی خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقدس زمانہ میں۔

اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے تو میں پوچھتا ہوں کہ رسول اکرم ﷺ نے کوکا کولا کی کتنی بوتلیں نوش فرمائی تھیں؟ صحابہ کرام نے؟ سیون اپ، مرنڈا، فانٹا، روح افزاء، نورس، چائے وغیرہ متعدد چیزوں کو بھی بدعت کہنا پڑے گا۔ کیونکہ یہ چیزیں نہ تو رسول اکرم ﷺ کے ظاہری زمانہ اطہر میں تھیں نہ ہی

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقدس زمانہ میں۔

یار لوگ ہماری یہ بات سن کر فوراً پینترا بدل لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کھانے پینے کی اشیاء کا تعلق بدعت سے ہرگز نہیں ہوتا بلکہ وہ نئی چیز جس کو ثواب سمجھ کر کیا جائے اسے بدعت کہتے ہیں۔

اس کے جواب میں تین چیزیں پیش خدمت ہیں:

۱) بدعت کی مذکورہ تعریف ثواب سمجھ کر کی گئی ہے یا نہیں؟ اگر ثواب سمجھ کر یہ تعریف کی گئی ہے تو کیا بدعت کا یہ معنی اور یہ تعریف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بیان فرمائی ہے یا نہیں۔ اگر مذکورہ تعریف صحابہ کرام یا رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے تو حوالہ؟........... اور اگر نہیں تو آپ کی مذکورہ تعریف آپ ہی کے اس اصول کے تحت ''بدعت'' قرار پائے گی۔

۲) دین کا تعلق صرف نماز، روزہ ہی سے نہیں بلکہ کھانے پینے کی اشیاء سے لیکر زندگی کے ہر شعبہ سے ہے اگر دین کا تعلق کھانے پینے کی اشیاء سے نہ ہوتا تو بعض چیزوں کو حرام اور باقی کو حلال نہ قرار دیا جاتا۔ دائیں ہاتھ سے کھانے پینے، بیٹھ کر کھانے اور تین سانس میں

پانی پینے کی تلقین نہ ہوتی۔

۳) اگر دین میں نئی چیز کا نام بدعت ہے تو آیئے مندرجہ ذیل حقائق پر غور فرمایئے:

۱) دین کا سب سے بڑا ماخذ قرآن حکیم ہے۔اس میں اعراب نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگائے تھے نہ ہی صحابہ کرام نے بلکہ مصحف شریف پر اعراب حجاج بن یوسف نے لکھوائے تھے۔

۲) مساجد کے مینار نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوائے نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے۔

۳) دینی مدارس کی موجودہ شکل (مخصوص نصاب تعلیم، معین اسباق کا معین پیریڈوں میں پڑھنا، سہ ماہی، ششماہی سالانہ امتحانات وغیرہ وغیرہ) نہ تو عہد نبوی میں موجود تھی نہ ہی عہد صحابہ میں۔

۴) اگر ہر نیا کام بدعت ہوتا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہرگز نہ فرماتے۔من سن فی الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعده كتب له مثل اجر من عمل بها ولا

ینقص من اجورھم شئی۔

ومن سن فی الاسلام سنة سیئة فعمل

بھا بعدہ کتب لہ علیہ مثل وزر من عمل بھا

ولا ینقص من اوزارھم شئی۔

(صحیح مسلم شریف جلد۲ صفحہ ۴۳۱)

ترجمہ: جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا پھر اس طریقہ پر اس کے بعد عمل بھی کیا گیا تو جتنا اجر اس طریقہ پر عمل کرنے والے کو ملے گا اتنا ہی اجر طریقہ ایجاد کرنے والے کو بھی ملے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں سے ذرہ برابر بھی کمی نہ کی جائے گی۔

اور جس شخص نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا پھر اس کے بعد اس برے طریقہ پر عمل بھی کیا گیا تو جتنا گناہ عمل کرنے والے کو ملے گا اتنا ہی گناہ طریقہ ایجاد کرنے والے کو بھی ملے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں ذرہ بھی کمی نہ کی جائے گی۔

۵) اگر ہر نیا کام بدعت ہوتا تو محدثین کرام بدعت کی مندرجہ ذیل پانچ قسمیں بیان نہ فرماتے:

(۱) بدعت واجبہ۔ (۲) بدعت محرمہ۔ (۳) بدعت مندوبہ۔

(۴) بدعت مباحہ۔ (۵) بدعت مکروہہ۔

۶) ایک وہابی عالم علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

اما البدعة اللغوية فهي تنقسم الى مباحة

ومكروهة وحسنة وسيئة ''بہر حال بدعت لغوی یہ تقسیم

ہوتی ہے۔ مباحۃ، مکروہہ، حسنۃ اور سیئۃ کی طرف''۔

(ہدیۃ المہدی صفحہ ۱۱۷)

اگر ہر نیا کام بدعت سیئہ ہوتا کوئی نیا کام نہ مباح ہوتا

اور نہ ہی اچھا۔

۷) یہی علامہ وحید الزمان علامہ ابن اثیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''بدعت دو قسم کی ہے۔ ایک بدعت ضلالت جس کو سیئہ بھی

کہتے ہیں۔ دوسری بدعت ہدایت جس کو بدعت حسنہ بھی کہتے ہیں۔ جو

بدعت اللہ اور رسول کے احکام کے خلاف میں ہو وہی بدعت ضلالت

اور سیئہ ہے اور جو بدعت اللہ اور رسول کے احکام کے موافق ہو گو اس

کی کوئی مثال پہلے سے نہ ہو مثلاً سخاوت کی نئی شکلیں یا عمدہ اور بہتر

کاموں کی نئی صورتیں (جیسے کوئی یتیم خانہ یا بیوہ گھر یا بیت المساکین یا بیت المعذورین یا کتب خانہ یا قرض حسنہ کا بینک یا مدرسہ صنعت و حرفت وتجارت وزراعت وعلوم دینیہ یا مدرسہ تعلیم طب وعلاج ادویہ قائم کرے) وہ بدعت حسنہ ہے اور اس پر ثواب کی امید ہے بدلیل دوسری حدیث کے من سن سنة حسنة كان له اجرها واجر من عمل بها ومن سن سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها

اور حضرت عمر نے جو تراویح کو بدعت فرمایا وہ اسی معنی میں ہے یعنی بدعت حسنہ ہے کیونکہ افعال خیر میں داخل ہے اور اللہ اور رسول کے احکام کے موافق ہے اور بدعت اس کو اس لئے کہا کہ آنحضرت نے تراویح اس انتظام کے ساتھ نہیں پڑھی تھی جو انتظام حضرت عمر نے کیا تھا بلکہ کئی راتیں پڑھ کر اس کو چھوڑ دیا تھا۔ ابوبکر صدیق کے زمانہ میں بھی ایسا ہی رہا حضرت عمر نے اپنے زمانہ میں سب لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کیا اور روزانہ تراویح پڑھنے کیلئے رغبت دلائی اس لئے اس کو بدعت کہا۔ فی الحقیقت وہ سنت ہے۔

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی اور فرمایا: اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر وکل بدعة ضلالة اس سے یہی مراد ہے کہ جو بدعت سیئہ ہو اور مخالف اصول شرع ہو وہ گمراہی ہے تمام ہوا کلام ابن اثیر کا۔ (لغات الحدیث وکتاب "ب" جلد ۱، صفحہ ۲۹، ۳۰)

۸) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

المحدثات من الامور ضربان احدھما ما احدث مما یخالف کتابا او سنة او اثرا او اجمالا فھذہ البدعة الضلالة والثانیه ما احدث من الخیر لا خلاف فیه لواحد من العلماء وھذہ محدثة غیر مذمومة

نئے کام کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ نیا کام جو کتاب یا سنت یا اثر یا اجماع کے خلاف ہو۔ یہ نیا کام "بدعت ضلالت" کہلائے گا۔

(۲) وہ نیا کام جو بہتر ہو۔ اس میں کسی عالم کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس نئے کام میں قطعاً کوئی برائی نہیں ہے۔

(تہذیب الاسماء واللغات از امام نووی جلد۲ صفحہ۲۳۔ المجلد الاول)

دوسرا پہلو

ہر چیز اصل میں مباح ہے:

جن چیزوں کے متعلق شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے یا ترغیب دی ہے وہ فرض، واجب، سنت اور مستحب (علی حسب الحکم) قرار پا گئیں۔

جن چیزوں کے متعلق شریعت مطہرہ نے ممانعت فرمائی ہے یا ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے وہ حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی اور اسائت (علی حسب الحکم) قرار پا گئیں۔ اور جن چیزوں کے متعلق شریعت مطہرہ نے سکوت فرمایا یعنی نہ حکم وترغیب نہ ہی ممانعت و ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا وہ سب چیزیں بلاشبہ جائز، مباح ہیں۔

چند دلائل ملاحظہ ہوں:

(۱ یاایھا الذین اٰمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان

تبد لکم تسؤ کم وان تسئلوا عنها حین ینزل

القرآن تبد لکم عفا اللّٰہ عنہا واللّٰہ غفور

حلیم۔ (پارہ ۷، المائدۃ، ۱۰۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! مت پوچھا کرو ایسی باتیں کہ اگر ظاہر کی جائیں تمہارے لئے تو بری لگیں تمہیں اور اگر پوچھو گے ان کے متعلق جب کہ اتر رہا ہے قرآن تو ظاہر کردی جائیں گی تمہارے لئے معاف کر دیا ہے اللہ نے ان کو اور اللہ بہت بخشنے والا بڑے حلم والا ہے۔

(جمال القرآن)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جب تک وحی نازل نہ ہو تو نہ کوئی چیز لازم ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی چیز منع۔

دیوبندی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

پچھلے دورکوع کا حاصل احکام دینیہ میں غلو اور تساہل سے روکنا تھا۔ یعنی جو طیبات خدا نے حلال کی ہیں ان کو اپنے اوپر حرام مت ٹھہراؤ۔ اور جو چیزیں خبیث وحرام ہیں خواہ وہ دائمی طور پر یا خاص احوال واوقات میں ان سے پوری طرح اجتناب کرو۔ ان آیات میں تنبیہ فرمادی کہ

جو چیزیں شارع نے تصریحاً بیان نہیں فرمائیں ان کے متعلق فضول اور دور از کار سوالات مت کیا کرو۔ جس طرح تحلیل وتحریم کے سلسلہ میں شارع کا بیان موجب ہدایت و بصیرت ہے اس کا سکوت بھی ذریعہ رحمت وسہولت ہے۔ خدا نے جس چیز کو کمال حکمت وعدل سے حلال یا حرام کر دیا وہ حلال یا حرام ہوگئی اور جس سے سکوت کیا اس میں گنجائش اور توسیع رہی۔ مجتہدین کو اجتہاد کا موقع ملا عمل کرنے والے اس کے فعل وترک میں آزاد رہے۔ اب اگر ایسی چیزوں کی نسبت خواہ مخواہ کھود کرید اور بحث وسوال کا دروازہ کھولا جائے گا بحالیکہ قرآن شریف نازل ہو رہا ہے اور تشریح کا باب مفتوح ہے تو بہت ممکن ہے کہ سوالات کے جواب میں بعض ایسے احکام نازل ہو جائیں جن کے بعد تمہاری یہ آزادی اور گنجائش اجتہاد باقی نہ رہے۔ پھر یہ سخت شرم کی بات ہوگی کہ جو چیز خود مانگ کر لی ہے اس کو نبھا نہ سکیں۔

(حاشیہ عثمانی صفحہ ۱۶۱)

نیز لکھا:

’’یا تو مراد یہ ہے کہ ان اشیاء سے درگذر کی یعنی جب خدا نے

ان کے متعلق کوئی حکم نہ دیا تو انسان ان کے بارہ میں آزاد ہے۔ خدا ایسی چیزوں پر گرفت نہ کرے گا۔ چنانچہ اسی سے بعض علماء اصول نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور یا یہ کہ ان فضول سوالات سے جو پہلے کر چکے ہو اللہ نے درگذر کی آئندہ احتیاط رکھو۔

(حاشیہ عثمانی صفحہ ۱۶۱)

مودودی صاحب لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض لوگ عجیب عجیب قسم کے فضول سوالات کیا کرتے تھے جن کی نہ دین کے کسی معاملہ میں ضرورت ہوتی تھی اور نہ دنیا ہی کے کسی معاملہ میں۔ مثلاً ایک صاحب بھرے مجمع میں آپ سے پوچھ بیٹھے کہ "میرا اصلی باپ کون ہے؟ اسی طرح بعض لوگ احکام شرع میں غیر ضروری پوچھ گچھ کیا کرتے تھے اور خواہ مخواہ پوچھ پوچھ کر ایسی چیزوں کا تعین کرانا چاہتے تھے جنہیں شارع نے مصلحتاً غیر معین رکھا ہے۔ مثلاً قرآن میں مجملاً یہ حکم دیا گیا تھا کہ حج تم پر فرض کیا گیا ہے۔ ایک صاحب نے حکم سنتے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کیا ہر سال حج فرض کیا گیا ہے؟ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ انہوں نے

پھر پوچھا آپ پھر خاموش ہو گئے۔ تیسری مرتبہ پوچھنے پر آپ نے فرمایا'' تم پر افسوس ہے اگر میری زبان سے ہاں نکل جائے تو حج ہر سال فرض قرار پا جائے۔ پھر تم ہی لوگ اس کی پیروی نہ کر سکو گے اور نافرمانی کرنے لگو گے'' ایسے ہی لایعنی اور غیر ضروری سوالات سے اس آیت میں منع کیا گیا ہے۔

نبی ﷺ خود بھی لوگوں کو کثرت سوال سے اور خواہ مخواہ ہر بات کی کھوج لگانے سے منع فرماتے رہتے تھے۔

چنانچہ حدیث میں ہے:

ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما

من سال عن شیئی لم یحرم علی الناس

فحرم من اجل مسألته۔

مسلمانوں کے حق میں سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال چھیڑا جو لوگوں پر حرام نہ کی گئی تھی اور پھر محض اس کے سوال چھیڑنے کی بدولت وہ چیز حرام ٹھہرائی گئی۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

ان اللّٰہ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحرم حرمات فلا تنتھکوھا وحد حدوداً فلا تعتدوھا وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا۔

''اللہ نے کچھ فرائض تم پر عائد کیے ہیں انہیں ضائع نہ کرو۔ کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے ان کے پاس نہ پھٹکو۔ کچھ حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے بغیر اس کے کہ اسے بھول لاحق ہوئی ہو لہذا ان کی کھوج نہ لگاؤ''۔

ان دونوں حدیثوں میں ایک اہم حقیقت پر متنبہ کیا گیا ہے جن امور کو شارع نے مجملاً بیان کیا ہے اور ان کی تفصیل نہیں بتائی یا جو احکام بر سبیل اجمال دیئے ہیں اور مقدار یا تعداد یا دوسرے تعینات کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ان میں اجمال اور عدم تفصیل کی وجہ یہ نہیں ہے کہ شارع سے بھول ہوگئی۔ تفصیلات بتانی چاہئے تھیں مگر نہ بتائیں۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ شارع ان امور کی تفصیلات کو محدود نہیں

کرنا چاہتا اور احکام میں لوگوں کے لئے وسعت رکھنا چاہتا ہے۔

(تفہیم القرآن جلد ا صفحہ ۵۰۷، ۵۰۸)

۲) لیس علی الذین أمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وامنوا وعملوا الصالحات ثم اتقوا وامنوا ثم اتقوا واحسنوا واللّٰہ یحب المحسنین۔ (پارہ ۷، المائدۃ ۹۳)

ترجمہ: نہیں ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کوئی گناہ ہے جو (اس حکم سے پہلے) وہ کھا پی چکے جب کہ وہ پہلے بھی ڈرتے تھے اور ایمان رکھتے تھے اور نیک عمل کیا کرتے تھے پھر (ان احکام کے بعد بھی) ڈرتے ہیں اور (جو اترا) اس پر ایمان رکھتے ہیں پھر بھی ڈرتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں اور اللہ محبت کرتا ہے اچھے کام کرنے والوں سے۔ (جمال القرآن)

اس آیت مبارکہ سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ جب تک شریعت کی جانب سے حرمت نازل نہ ہوا تنی دیر تک چیز مباح رہتی ہے۔ اسی لئے اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا کہ منع کا حکم نازل ہونے

سے پہلے پہلے جن لوگوں نے حرام چیزیں مثلاً شراب، جواء وغیرہ استعمال کی تھیں ان پر قطعاً کوئی گناہ نہیں ہے۔

ثابت ہوا کہ ہر چیز اصل میں مباح ہے:

۳) قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما علٰی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانہ رجس او فسقا اھل لغیر اللّٰہ بہٖ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فان ربك غفور رحیم۔ (پارہ ۸، الانعام آیت ۱۴۶)

ترجمہ: آپ فرمایئے میں نہیں پاتا اس (کتاب) میں جو وحی کی گئی ہے میری طرف کوئی چیز حرام کھانے والے پر جو کھاتا ہے اسے مگر یہ کہ مردار ہو یا (رگوں کا) بہتا ہوا خون یا سوٴر کا گوشت کیونکہ وہ سخت گندہ ہے یا جو نافرمانی کا باعث ہو (یعنی وہ جانور جس پر ذبح کے وقت بلند کیا جائے غیر خدا کا نام پھر جو شخص لاچار ہو جائے نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ تجاوز کرنے والا (حد ضرورت سے) تو بے شک آپ کا رب بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ (جمال القرآن)

''حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت کچھ چیزوں کو تو کھالیا کرتے تھے اور کچھ چیزوں کو گندہ سمجھ کر چھوڑ دیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ان پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اس کے حلال کو حلال قرار دیا اور اس کے حرام کو حرام۔ پس جس چیز کو اس نے حلال قرار دیا وہ حلال ہے اور جس کو حرام قرار دیا وہ حرام ہے اور جس چیز سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے اور آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الی اخر الایة۔

(ابوداؤد شریف جلد۲ صفحہ۱۸۳، باب مالم یذکر تحریمہ، مشکوۃ شریف صفحہ۳۶۲)

ایک دیوبندی عالم خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں:

وتلا ای ابن عباس لبیان ان لا تحریم الا بالوحی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت اس لئے تلاوت فرمائی کہ یہ بات واضح ہوجائے کہ چیز صرف وحی ہی سے حرام

ہوتی ہے۔ (بذل المجہود شرح ابوداؤد جلد ۵ صفحہ ۳۷۰)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ازیں جا معلوم می شود کہ اصل دراشیاء اباحت است۔ ''یہاں سے معلوم ہوا کہ چیزوں میں اصل اباحت ہے''۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۳ صفحہ ۴۷۹)

نیز فرماتے ہیں:

غرض وی رضی اللہ عنہ تلاوت ایں آیت آں بودہ است کہ بدانانند کہ تحریم نیست مگر بوحی و جائز نیست بھواء ووحی گاہے جلی است وگاہے خفی۔ ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس آیت کریمہ کے تلاوت فرمانے سے غرض یہ تھی کہ آپ بتادیں کہ کسی چیز کی حرمت صرف وحی سے ہی ہوتی ہے اور کسی چیز کو اپنی خواہش سے حرام قرار دینا جائز نہیں اور وحی کبھی جلی ہوتی ہے۔ کبھی خفی۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۳ صفحہ ۴۷۹)

ایک وہابی عالم شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

(قل لا اجد فیما اوحی الی) ای فی

القرآن او فی ما اوحی الی مطلقا وفیه تنبیه علی

ان التحریم انما یعلم بالوحی لا بالهوی۔

(محرما) ای طعاما محرما والحدیث یدل علی

ان الاشیاء اصلها علی الاباحة۔

(فرمادیجئے میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی کی گئی)

یعنی قرآن میں یا جو مطلقا میری طرف وحی کی گئی اس میں اور اس میں اس بات کی تنبیہ ہے کہ حرمت صرف وحی سے معلوم ہوتی ہے خواہش سے نہیں (حرام) یعنی کھانا حرام ...... اور حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ (عون المعبود جلد ۳ صفحہ ۴۱۷)

ایک اور وہابی عالم احمد حسن صاحب دہلوی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

رجاله کلهم ثقات واخرجه ایضا ابن

مردویه والحاکم وصححه وفی الباب عن ابی

الدرداء رفعه بلفظ ما احل الله فی کتابه فهو

حلال وما حرم فهو حرام وما سکت عنه فهو

عـفـوفـاقبلـو

من اللہ عافیتہ فان اللہ لم یکن لینسی شیاء

وتلا فما کان ربك نسیا اخرجہ البزار وقال

سندہ صالح والحاکم وصححہ (قولہ تقذرا) ای

کراھۃ واحادیث الباب تدل علی ان الاصل فی

الاعیان والاشیاء الاباحۃ الی ان یرد منع۔

اس حدیث کے سارے راوی ثقہ ہیں اور اس حدیث کو ابن مردویہ اور حاکم نے بھی بیان کیا ہے اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اس مضمون کی ایک حدیث حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کی ہے کہ خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال ٹھہرایا ہے وہ حلال ہے اور جس چیز کو حرام کر دیا ہے وہ حرام ہے اور جس چیز سے سکوت فرمایا ہے وہ معاف ہے پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے عافیت کو قبول کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بھولتا نہیں ہے اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت

تلاوت فرمائی" آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے" (پارہ ۱۶، سورہ مریم ۶۴) اس حدیث کو بزار نے بیان کیا اور کہا کہ اس حدیث کی سند صالح ہے۔ اسی حدیث کا امام حاکم نے بھی بیان کیا اور فرمایا کہ حدیث صحیح ہے اس حدیث میں لفظ تقذرا کراہتۃً کے معنی میں ہے اور اس مضمون کی سب حدیثیں اس بات کی دلیل ہیں کہ اعیان واشیاء میں اصل اباحت ہے جب تک ممانعت وارد نہ ہو جائے۔

(تنقیح الرواۃ شرح مشکوٰۃ جلد۳ صفحہ ۲۰۱)

---

۴) قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق۔ (پارہ ۸، الاعراف ۳۲)

ترجمہ: آپ فرمایئے کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کیلئے اور (کس نے حرام کئے) لذیذ پاکیزہ کھانے۔ (جمال القرآن)

اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوا کہ آج کسی بھی فرد کو کسی پاک چیز کے حرام کرنے کا اختیار نہیں۔ حرمت صرف وحی سے ثابت ہوتی ہے۔

اسی آیت کی تفسیر میں مودودی صاحب لکھتے ہیں:

مطلب یہ ہے کہ اللہ نے تو دنیا کی ساری زینتیں اور پاکیزہ چیزیں بندوں ہی کیلئے پیدا کی ہیں اس لئے اللہ کا منشاء تو بہر حال یہ نہیں ہوسکتا کہ انہیں بندوں کیلئے حرام کردے۔

اب اگر کوئی مذہب یا کوئی نظام اخلاق و معاشرت ایسا ہے جو انہیں حرام یا قابل نفرت یا ارتقاء روحانی میں سدراہ قرار دیتا ہے تو اس کا یہ فعل خود ہی اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہے یہ بھی ان حجتوں میں سے ایک اہم حجت ہے جو قرآن نے مذاہب باطلہ کے رد میں پیش کی ہے اور اس کو سمجھ لینا قرآن کے طرز استدلال کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے۔ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۳)

---

۵) قل هلم شهد آئکم الذین یشهدون ان اللہ حرم هذا۔ (پارہ ۸ الانعام ۱۵۰)

ترجمہ: آپ فرمایئے لاؤ اپنے گواہ جو گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اسے۔

اس آیت کریمہ سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ ہر چیز اصل

میں جائز ہے۔ صرف وہی چیز حرام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یا اس کے اذن اور دیئے ہوئے اختیار سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے۔

اگر ہر چیز اصل میں حرام ہوتی تو اللہ تعالیٰ کبھی کافروں سے حرمت کی دلیل پیش کرنے کا مطالبہ نہ فرماتا۔

---

۶) ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ (پارہ۱،البقرہ۲۹)

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے تمہارے فائدہ کے لئے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب پیدا فرمایا۔

اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوا کہ ہر چیز اصل میں جائز ہے۔ ہمارے نفع کیلئے پیدا کی گئی ہے ماسوائے ان چیزوں کے جن کو شریعت مطہرہ نے حرام قرار دیا ہے۔

ہم نے آپ کے سامنے قرآن حکیم کی چھ آیات مقدسہ اور ان کی تفسیر میں چند احادیث مبارکہ پیش کی ہیں جن سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ حرام صرف وہی چیز ہے جس کو اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے۔ کسی مولوی، مصنف

کے کہنے سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی۔ اسی مضمون کی دو مزید احادیث مبارکہ بھی ملاحظہ ہوں۔

نمبر ۷: مشہور غیر مقلد علامہ وحید الزمان نے یہ حدیث نقل کی ہے:

کل شیئی لك مطلق حتی یرد فیه نهی

ہر چیز کا کرنا تجھ کو روا ہے یہاں تک کہ اس کی ممانعت میں کچھ وارد نہ ہو جائے۔ (یعنی قرآن یا حدیث میں اس کی ممانعت نہ آجائے) یہ حدیث دین کی ایک بڑی اصل ہے۔ تمام کھانے پینے، پہننے کی چیزیں، دنیا کے رسم ورسومات مباح ہیں جب تک ان کی ممانعت کسی نص سے ثابت نہ ہو۔ (لغات الحدیث کتاب ''ط'' جلد ۳ صفحہ ۳۸ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

نمبر ۸: ابن ماجہ شریف میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے چند چیزوں کی حلت وحرمت کے متعلق جب پوچھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الحلال ما احل اللہ فی کتابه والحرام ما حرم

اللّٰہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفی عنہ

" حلال وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا ہے اور حرام وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے اور جس کا ذکر نہیں فرمایا وہ سب معاف ہیں" (ابن ماجہ شریف صفحہ ۲۴۹)

آج جو لوگ میلاد شریف، مجالس ایصال ثواب، اذان کے قبل یا بعد درود شریف، جنازہ کے بعد دعاء وغیرہ معمولات اہل سنت کو حرام اور ناجائز کہتے ہیں ان کو سوچنا چاہئے کہ کیا اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ نے ان میں سے کسی چیز کو حرام قرار دیا ہے۔ اگر ان میں سے کسی چیز کو حرام قرار دیا گیا ہے تو برائے مہربانی ہمیں وہ آیت یا حدیث بتا دی جائے ایسی صورت میں خدا کی قسم ہم ہر منع کردہ چیز کو ترک کردیں گے۔ لیکن اگر کوئی ایسی آیت یا حدیث نہ مل سکے جس میں مذکورہ بالا چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہو تو ان کو فتویٰ بازی سے رک جانا چاہئے کیونکہ اشیاء کو حرام قرار دینے کے اختیارات اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو عطا نہیں فرمائے ہیں۔

تیسرا پہلو

بدعت کی حقیقت

جس طرح شرک بہت بڑا گناہ ہے اسی طرح بدعت بھی بہت بری چیز ہے۔جس طرح مشرک کے تمام اعمال اکارت جاتے ہیں اسی طرح بدعتی کی بھی کوئی نیکی اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق کے پیش نظر ہر مسلمان کو شرک اور بدعت سے بہر صورت بچنا چاہئے کیونکہ نجات بہر صورت کتاب وسنت سے وابستگی ہی میں ہے۔

جسطرح شرک اور بدعت سے بچنا ضروری ہے اسی طرح کسی مسلمان کو مشرک اور بدعتی کہنے سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ فتویٰ معمولی فتویٰ نہیں ہے۔آخر کار اس کا جواب بھی روز قیامت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دینا پڑے گا۔

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ شریعت مطہرہ نے ''نئی چیز'' کو ہر گز گمراہی قرار نہیں دیا ہے۔سوچنے کی بات ہے کہ دین اسلام صرف چند صدیوں تک کیلئے ہی قابل عمل نہیں یہ تو قیامت تک کیلئے قابل عمل

ہے۔ اور یہ بات بھی بالکل ظاہر ہے کہ قیامت تک ہزاروں، لاکھوں نئی چیزیں ایجاد ہوں گی اسلام کی تبلیغ کیلئے بھی اور اسلام کی شان وشوکت کے اظہار کیلئے بھی زمانہ کے تقاضوں کے مطابق نئے نئے طریقے ایجاد ہوتے رہیں گے۔ اگر ان سب چیزوں کو ''بدعت'' قرار دے دیا جائے تو اسلام کا دامن بالکل تنگ ہو کر رہ جائے گا۔

اب آیئے آپ کو ''بدعت'' کی ایک نہایت آسان پہچان بتاؤں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة

جب کوئی قوم بدعت ایجاد کرتی ہے تو اسی کی مثل سنت ختم ہو جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۱)

یعنی بدعت وہ ہے جس کے اعتبار کرنے سے سنت بدل جائے۔ اگر کسی عمل سے سنت نہیں بدلتی تو وہ عمل بدعت بھی نہیں کہلائے گا۔

آیئے اب چند مثالیں عرض کرتا چلوں تا کہ شکوک وشبہات کے بادل چھٹ جائیں۔

نمبر۱) سنت کا معنی ہے طریقہ.......... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھنے کا ایک طریقہ بتایا ہے۔ مثلاً نماز مغرب کے فرض تین رکعت ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں تو نماز مغرب کے فرض ۲ رکعت پڑھوں گا یا ۴ رکعت۔ یہ ۳ کا عدد کیا ہے؟ اب مغرب کے فرض ۳ رکعت نہ پڑھنے والے نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بدل دیا۔ اس کو بدعت کہا جائے گا۔

نمبر۲) ایک شخص کہتا ہے کہ ہاں مغرب کے فرض ہیں تو ۳ رکعت لیکن میں نماز تکبیر تحریمہ اور قیام سے شروع نہیں کروں گا بلکہ میں تو نماز کو سجدہ سے شروع کروں گا پھر رکوع کروں گا پھر قیام......... ظاہر ہے کہ اس طرح نماز پڑھنے والے نے بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز بدل دیا ہے اس لئے اس کو "بدعت" کہا جائے گا۔

نمبر۳) ایک آدمی کہتا ہے کہ میں مغرب کے فرض تو تین رکعت ہی ادا کروں گا۔ پہلے قیام کروں گا، پھر رکوع، پھر سجود، لیکن قیام میں ثناء، سورۃ فاتحہ، اور کوئی دوسری سورۃ ساتھ ملا کر پڑھنے کی بجائے سبحان ربی الاعلیٰ ۵ مرتبہ پڑھوں گا اور رکوع میں قرأت کروں گا۔ سجدہ

میں تشہد پڑھوں گا اور تشہد کی جگہ ۱۱ مرتبہ سبحان ربی العظیم پڑھوں گا۔

ظاہر ہے اس طرح نماز پڑھنے والا بھی چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم

فرمائے ہوئے طریقہ کو بدل رہا ہے اس لئے یہ بھی بدعت کہلائیگا۔

نمبر۴) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ''اذان'' کا طریقہ بھی سکھایا ہے

اذان کے کلمات بھی سکھائے ہیں اور ان کی ترتیب بھی۔

اب اگر کوئی شخص اذان کے کلمات کی ترتیب بدل دے اور

اللہ اکبر کی بجائے حی علی الصلوٰۃ سے اذان شروع کردے تو یہ بھی

بدعت ہوگا۔ کیونکہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بدل دیا ہے۔

اگر کوئی شخص اذان میں اپنی طرف سے کسی کلمہ کا اضافہ کردے

تو ''سنت'' کے بدل جانے کی وجہ سے اسے بھی بدعت کہیں گے۔ مثلا

اگر کوئی شخص اشھد ان محمدا رسول اللہ کے بعد اشھد ان علیا ولی اللہ

کا اضافہ کرے۔

شیعہ کی ''صحاح اربعہ'' میں شامل کتاب ''من لا یحضرہ

الفقیہ'' کا مصنف ابن بابویہ قمی لکھتا ہے۔

والمفوضۃ لعنھم اللہ قد وضعوا اخبارا

وزادوا فی الاذان محمد وآل محمد خیر البریة

مرتین، وفی بعض روایاتهم بعد اشهد ان

محمدا رسول اللّٰہ، اشهد ان علیا ولی اللّٰہ

مرتین، ومنهم من روی بدل ذلک اشهد ان علیا

امیر المومنین حقا مرتین۔ ولا شک فی ان علیا

ولی اللّٰہ وانہ امیر المومنین حقا۔ وان محمدا

والہ صلوات اللّٰہ علیهم خیر البریة ولکن لیس

ذلک فی اصل الاذان۔

مفوضہ پر اللہ لعنت فرمائے انہوں نے کئی حدیثیں گھڑ لیں اور اذان میں دو مرتبہ "محمد وآل محمد خیر البریۃ" (محمد اور آل محمد ساری مخلوق سے بہتر ہیں) کا اضافہ کر دیا۔ اور بعض روایات کے مطابق وہ اشھد ان محمدا رسول اللہ کے بعد اشھد ان علیا ولی اللہ دو مرتبہ کہتے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگ اس کی بجائے اشھد ان علیا امیر المومنین حقا دو مرتبہ کہتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی اللہ کے ولی بھی ہیں اور وہ یقیناً امیر المومنین بھی ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل

بہترین تعلق بھی ہیں لیکن یہ الفاظ اصل اذان میں نہیں ہیں۔"

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اصفحہ ۱۸۸ مطبوعہ ایران)

غور فرمایئے کہ اگر اذان میں "اشھد ان علیا ولی اللہ" کا اضافہ درست نہیں تو اشھد ان امیر المومنین، امام المتقین، قاتل المشرکین، علیا ولی اللہ، وصی رسول اللہ وخلیفۃ بلا فصل کے الفاظ کیسے درست ہو سکتے ہیں۔ جب کہ آخری الفاظ بالکل غلط ہیں ان الفاظ کا معنی یہ ہے کہ معاذ اللہ سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کی خلافت باطل ہے۔ (معاذ اللہ، العیاذ باللہ)

سوال: اگر اذان میں اضافہ "بدعت" ہے تو اذان سے قبل یا بعد درود شریف پڑھنا کس طرح جائز ہوگا؟

جواب: بلاشبہ اذان اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے اور لا الہ الا اللہ پر ختم ہوتی ہے اگر کوئی شخص درود شریف یا کسی بھی دعاء کو اذان کا جزو سمجھ کر اذان سے پہلے یا بعد پڑھتا ہے تو یقیناً یہ بدعت ہے۔ ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں درود شریف یا کوئی دعاء بالکل الگ چیز ہے اور اذان بالکل الگ چیز۔ ہاں برکت کے حصول کے لئے

اذان کے ساتھ درود شریف یا کوئی دعاء پڑھ لینا نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اذان کے بعد مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ جو بھی مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے پھر میرے لئے دعاء وسیلہ پڑھو۔“ (ابوداؤد شریف جلد۱ صفحہ ۷۷، مسلم شریف جلد۱ صفحہ ۱۶۶، نسائی شریف جلد۱ صفحہ ۱۱۰)

نسائی شریف میں تو پورا باب موجود ہے ”باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ بعد الاذان“ اذان کے بعد نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا بیان۔ (نسائی شریف جلد۱ صفحہ ۱۱۰)

مؤذن رسول حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا۔

کان بلال یقف علی باب رسول اللہ ﷺ بعد الاذان فیقول السلام علیک یارسول اللہ الصلوٰۃ یارسول اللہ۔

کہ وہ اذان کے بعد رسول اللہ ﷺ کے دروازہ پر کھڑے ہوکر عرض کرتے اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو، اے اللہ کے رسول

نماز (تیار ہے)۔ (تنویر الحوالک شرح مؤطا امام مالک جلد ۱ صفحہ ۹۳)

ابوداؤد شریف میں ہے:

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنونجار کی ایک صحابیہ فرماتی ہیں:

کان بیتی من اطول بیت کان حول المسجد فکان بلال یؤذن علیه الفجر فیاتی بسحر فیجلس علی البیت ینظر الی الفجر فاذا راه تمطی ثم قال اللهم انی احمدك واستعینك علی قریش ان یقیموا دینك قالت ثم یؤذن قالت والله ما علمته کان ترکها لیلة واحدة هذه الکلمات۔

میرا گھر مسجد کے گرد مکانات میں سے اونچا تھا۔ حضرت بلال اس پر فجر کی اذان دیا کرتے تھے وہ سحری کے وقت ہی آن کر میرے مکان کی (چھت) پر بیٹھ کر فجر (صبح صادق) کو دیکھتے رہتے پھر جب فجر نظر آجاتی تو انگڑائی لیتے پھر دعاء مانگتے اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے قریش پر مدد مانگتا ہوں کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں (مسلمان ہوجائیں) وہ صحابیہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد بلال اذان دیتے۔ وہ

صحابیہ فرماتی ہیں اللہ کی قسم ہے مجھے نہیں معلوم کہ بلال نے اذان فجر سے پہلے کبھی اس دعاء کا ناغہ کیا ہو۔ (ابوداؤد شریف جلد اصفحہ ۷۷)

معلوم ہوا اذان سے قبل یا بعد درود شریف پڑھنا یا دعا مانگنا ''بدعت'' نہیں ہے۔

سوال: اگر اذان میں اشھد ان علیا ولی اللہ وغیرہ الفاظ کا اضافہ بدعت ہے تو اذان فجر میں حی علی الفلاح کے بعد ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کا اضافہ بھی بدعت ہوگا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تعلیم نہیں فرمائے۔

جواب: یہ اہل سنت پر شیعہ کا افتراء ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ الفاظ تعلیم فرمائے ہیں نسائی شریف میں ہے:

عن ابی محذورۃ قال کنت اوذن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکنت اقول فی اذان الفجر الاول حی علی الفلاح، الصلوٰۃ خیر من النوم، الصلوٰۃ خیر من النوم، اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤذن تھا اور میں فجر کی اذان میں کہا کرتا تھا حی علی الفلاح، الصلوٰۃ خیر من النوم، الصلوٰۃ خیر من النوم، اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔ (نسائی شریف جلد اصفحہ ۱۰۶)

نتیجہ آمدم برسر مطلب یہ نکلا کہ بدعت وہ ہے جو رافع سنت ہو۔
یعنی جس کے کرنے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم فرمایا ہوا طریقہ بدل جائے اور جس عمل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ختم نہ ہو وہ چیز ہرگز بدعت شرعی نہیں ہے۔

اب ٹھنڈے دل سے سوچئے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی کرنے سے وہ کون سا طریقہ ہے جو تبدیل ہو جاتا ہے؟

جنازہ پڑھ لینے کے بعد صفیں توڑ دینے کے بعد ایک دوسرے کا حال احوال پوچھ لینا تو جائز ہو لیکن میت کیلئے بخشش کی دعاء مانگ لینے سے کس معین طریقہ میں تبدیلی آجاتی ہے؟

میت کیلئے ایصال ثواب کی مجلس منعقد کرنے سے کونسی سنت ختم ہوتی ہے؟ اگر کسی معین و مقرر طریقہ میں تبدیلی آجاتی ہے تو براہ کرم مخالفین اس معین طریقہ کی نشاندہی فرمائیں۔ وگرنہ "بدعت" کا فتویٰ لگانے سے باز رہیں۔

سوال: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے چند لوگوں کو مسجد میں ایک مخصوص طریقہ سے ذکر کرتے دیکھا تو ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ معلوم

ہوا کہ نیا طریقہ اختیار کرنا بھی بدعت ہے۔

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے سنن دارمی میں اس کی سند یوں مذکور ہے۔ (اخیرنا) الحکم بن المبارك انا عمر بن یحیی یہ عمر بن یحیی متروک الحدیث ہے۔ (میزان الاعتدال جلد۳ صفحہ ۲۳۰)

سوال: حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا کہ ایک شخص نے ظہر یا عصر میں تثویب کہی۔ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا ہمیں یہاں سے لے چلو اس لئے کہ یہ بدعت ہے۔ (ابوداؤد شریف جلد۱ صفحہ ۷۹)

جواب: اذان میں ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' پڑھنے کو تثویب کہا جاتا ہے۔ (نسائی شریف جلد۱ صفحہ ۱۰۶) اور یہ تثویب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اذان فجر میں تعلیم فرمائی ہے نہ کہ اذان ظہر اور عصر کیلئے۔ اب جو شخص بھی ظہر یا عصر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ کرتا ہے ظاہر ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرمائے ہوئے طریقہ کو تبدیل کر رہا ہے اس لئے یہ فعل یقیناً بدعت کہلائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

زیرِ سرپرستی
بقیة السلف
فقیہِ عصر حضرت قبلہ
مفتی محمد امین صاحب
دامت برکاتہم العالیہ

تنظیم المدارس اہل سنّت پاکستان سے ملحقہ ادارہ

قرآن فہمی اور عقائد اہل سنت کے تحفظ کا
پاکستان میں سب سے معیاری ادارہ

جامعہ امینیہ رضویہ فیصل آباد

خصوصیات

- ☆ شریعت مطہرہ کی پابندی
- ☆ مڈل پاس طلباء کو درس نظامی کے ساتھ ساتھ میٹرک اور تنظیم المدارس کے امتحانات کی تیاری
- ☆ حفظ مع التجوید
- ☆ تعلیم کے ساتھ ساتھ طلباء کی اخلاقی تربیت
- ☆ رہائش و خوراک بذمہ ادارہ

جامعہ کا اعزاز
بورڈ اور تنظیم المدارس کے سابقہ نتائج
انتہائی شاندار

بورڈ اور یونیورسٹی
کے امتحان بھی دلوائے جاتے ہیں

شرائط داخلہ

کم از کم پرائمری پاس ہو	ناظرہ قرآن پاک پڑھا ہو	حفاظ کرام کو ترجیح دی جائیگی

نوٹ! زکوۃ صدقات عطیات کی ترسیل کیلئے اکاؤنٹ نمبر 8592
حبیب بینک لمیٹڈ گلبرگ کالونی فیصل آباد

منجانب: جامعہ امینیہ رضویہ
شیخ کالونی فیصل آباد
041-2658646

AL-SAEED COMPUTERS: 0321-6659599